تاریخ اہلِ حدیث

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

الکتاب انٹرنیشنل
جامعہ نگر نئی دہلی-۲۵

کُن (ہو جا) (فیکُونُ) تو وہ ہو جاتا ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں:۔

وقد قال الله تعالیٰ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (وھذا) عند اکثر العلماء ھو خطاب یکون لمن یعلمہ الرب تعالیٰ فی نفسہ وان لم یوجد بعد[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما امرہ اذا اراد شیئاً .... الخ اور اکثر علماء کے نزدیک یہ اس صورت کو خطاب ہوتا ہے جو خداوند تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے اگرچہ فی الوقت موجود نہ ہو"

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ حدیث جبریلؑ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

والمراد ان الله علم مقادیر الاشیاء وازمانھا قبل ایجادھا ثم اوجد ماسبق فی علمہ انہ یوجد فکل محدث صادر عن علمہ وقدرتہ وارادتہ ھذا ھو المعلوم من الدین والبراھین القطعیۃ وعلیہ کان السلف من الصحابۃ وخیار التابعین الی ان حدثت بدعۃ القدر فی اواخر زمن الصحابۃ[2]

تقدیر سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ چیزوں کے مقدار اور زمانوں کو ان کے پیدا کرنے سے بھی پہلے سے جانتا ہے۔ پھر جیسا کہ پہلے اس کے علم میں ہوتا ہے کہ یہ چیز اس طرح موجود ہوگی۔ اس طرح اس کو وجود میں لاتا ہے۔ پس ہر پیدا شدہ اس کے علم اور اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے پیدا ہوتی ہے۔ اصل (دینی بات) جو براہین قطعیہ سے معلوم ہوتی ہے یہی ہے۔ اور صحابہ اور خیار تابعین اسی کے معتقد تھے۔ یہاں تک کہ تقدیر کے انکار کی بدعت زمانہ صحابہ کے آخری سالوں میں پیدا ہو گئی"

اسی طرح حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں اندراجات لوح محفوظ کی نسبت فرماتے ہیں:۔ ولکن کتبہ بالوصف لا بالحکم اور ملا علی قاریؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

ای کتب اللہ فی حق کل شئ بانہ سیکون کذا و کذا ولم یکتب بانہ لیکُن کذا و کذا[3]

خدا تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے ہر شئے کی نسبت وصف کے طور پر اسکا حال لکھا ہے کہ وہ اس طرح اس طرح ہوگی حکم کے طور پر یہ نہیں لکھا کہ اس طرح اس طرح ہو[3]

---

[1] منہاج جلد دوم صفحہ ۱۸۲ ۱۲ منہ [2] شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۲۳ ۱۲ منہ [3] شرح فقہ اکبر مطبوعہ صفحہ ۳۶ ۱۲ امام ابن تیمیہ فقہ اکبر کو امام ابو حنیفہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اسی سے آنجناب کو (باقی بر صفحہ ۵۴)

جہمیہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے عہد میں ایک شخص جعد بن درہم نے صفات الٰہیہ کا انکار شروع کر دیا۔

مسئلہ صفات الٰہیہ بڑا دقیق اور مشکل ہے جس کی گتھی عقل و وہم کے ناخنوں سے نہیں کھل سکتی۔ ہم کیا اور ہماری بساط کیا؟ خود سرور کائنات صلعم دربار ایزدی میں اظہار عجز کر کے اور حقیقی علم کو اسی ذات سرمدی کے سپرد کر کے فرماتے ہیں لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ[1] پس اپنی عاجزی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس وقت ہمارا مقصود مسئلہ صفات کے متعلق اختلاف کی صورت کا بیان کر دینا ہے جس کی مجمل تشریح یوں ہے کہ ذات بیچون عزاسمہ کی صفات دو قسم کی ہیں سلبیہ اور وجودیہ

سلبیہ سے یہ مراد ہے کہ ذات برحق کو جملہ معائب اور نقائص سے اور ہر چیز سے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو منزہ و مبرا مانا جائے۔ اسے تنزیہ کہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ جسم نہیں ہے۔ وہ کسی سے متحد نہیں ہوتا۔ اس کی ذات کسی میں حلول نہیں کرتی وغیر ذلک چنانچہ فرمایا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (سورہ اخلاص پ ۳۰) یعنے نہ خدا نے کسی کو جنا اور نہ وہ خود کسی سے جنا گیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔"

صفات وجودیہ سے یہ مراد ہے کہ ذات باری جل مجدہ کو جملہ صفات کمال سے موصوف سمجھا جائے یہ بھی دو قسم پر ہیں صفات افعال کہ ان کا ظہور بالفعل مخلوق کے ظہور و وجود سے ہے۔ مثلاً خالقیت کہ اس کا ظہور بالفعل اس وقت ہوتا ہے۔ جب کوئی شے مخلوق ہو جائے اور ربوبیت کہ اس کا ظہور شے مربوب کو چاہتا ہے۔ ایسی صفات کی دو جہتیں ہیں، ایک جہت ذات برحق کی نعت و صفت ہونے کے لحاظ سے۔ اور دوسری مخلوق سے متعلق ہونے کے لحاظ سے۔ ذات خداوندی سے تو اس کا تعلق حادث نہیں۔ یعنے ایسا کوئی وقت نہیں تھا کہ ذات برحق اس سے مجرد محض ہو۔ اسی معنی میں امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) قائلین تقدیر میں شمار کرتے ہیں فان ابا حنیفۃ من المقرین بالقدر باتفاق اھل المعرفۃ بہ و بمذھبہ وکلامہ فی الرد علی القدریۃ معروف فی الفقہ الاکبر و بسط الحجج فی الرد علیھم بما لم یبسطہ علی غیرھم فی ھذا الکتاب (منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳) ۱۲ ہے یہ عاجز زلہ ربائے علمائے سلف کہتا ہے کہ حضرت امام صاحب کے اس قول کی تائید کلام ربانی میں موجود ہے وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَھُمْ (انفال پ ۹) ۱۲ منہ

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] (خداوندا) میں تیری ثنا (کما حقہ) بیان نہیں کر سکتا تو ویسا ہے جیسا تو نے خود اپنی صفت بیان کی ۱۲ منہ

نے فقہ اکبر میں فرمایا

کان اللہ خالقا قبل ان یخلق یعنے خدا پیدا کرنے سے پہلے بھی خالق تھا"

امام غزالیؒ نے اقتصاد میں اس امر کو بہت صفائی سے بیان کیا ہے۔

باقی رہی دوسری جہت۔ یعنی مخلوق کے ساتھ اس صفت کا تعلق۔ سو وہ حادث ہے یعنی جب خدا نے چاہا کہ کسی شئے کو ہستی میں لاوے۔ تو اپنی صفت خالقیت کو اس شئے کی صورت علمیہ کے متعلق کر دیا جو اس کے علم ازلی میں ہے اور اس کو موجود بالفعل کر دیا۔ پس یہ تعلق اور متعلق بہر دو حادث ہوئے نہ کہ صفت الٰہی۔

اسی قسم میں سے بعض اضافی ہیں مثلاً ھو الاول والاخر سورۃ حدید پ ۲۷)

دوسری قسم صفات وجودیہ کی صفات ازلیہ ہیں۔ ان کو ذاتیہ۔ حقیقیہ اور قدیمہ (مطلقاً) بھی کہتے ہیں۔ مثلاً علم قدرت اور حیات کہ ان کا انفکاک ذات بیچوں سے نہ کبھی ہوا۔ نہ ہو سکے یعنی وہ ہمیشہ سے ان صفات سے موصوف ہے۔ اور ہمیشہ موصوف رہیگا۔

صفات سلبیہ اور اضافیہ کی نسبت تو اختلاف نہیں۔ ہاں حقیقیہ کی نسبت یہ اختلاف ہے کہ ان کا مفہوم مفہوم ذات کا عین ہے یا اس سے کوئی زائد امر ہے

مثبتین صفات (اہلسنت اور ان کے موافقین) کہتے ہیں کہ ان صفات کا مفہوم ذات واجب تعالیٰ کے مفہوم پر زائد ہے۔ اور اسم اللہ ذات بحت کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ذات مع صفات کا نام ہے۔ ہاں وہ عین ذات بھی نہیں ہیں کہ ان کو خدا سمجھ لیا جائے۔ اور غیر بھی نہیں کہ ذات برحق کو ان سے مجرد و خالی مانا جائے۔ چونکہ کوئی ذات جو علم و قدرت و حیات و سمع و بصر و ارادہ و کلام۔ صفات کمال سے خالی ہو خارج میں اس کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ وہ خدا ہو سکتی ہے۔ اور نہ مستحق عبادت۔ قرآن شریف میں جا بجا انہی صفات کی نفی سے باطل معبودوں کی تردید کی گئی ہے۔

جہمیہ اور ان کے موافقین شیعہ و معتزلہ کہتے ہیں کہ خدا کی یہ صفات اس کی عین ذات ہیں اور مفہوم ذات سے زائد کوئی چیز قدیم نہیں ہے۔ ورنہ تعدد قدما لازم آئے گا۔ جو منافی توحید ہے جس کا مختصر لیکن نہایت زبردست جواب یہ ہے کہ تعدد اس صورت میں لازم آئے جب ذوات متعدد ہوں۔ ذات واحد ہو۔ اور اس کی صفات کثرت سے ہوں تو تعدد قدما کہاں ہوا فافہم۔ پس صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے۔ اور اس میں کوئی دقت نہیں

یہ ہے اقرار بالصفات اور انکار بالصفات کے متعلق مختصر تشریح جو ہم نے بہت سی کتب کلامیہ کی ورق گردانی۔ اور ان میں غور وخوض کرنے سے سمجھی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

رجوع بمطلب

اس نزاع نے ایک دوسرے کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔ اور ملکی فتنہ کی آگ میں ہیزم کشی کا کام دیا۔ جس کی تفصیل مختصراً درج ذیل ہے۔

تتمۂ فرقہ مرجیہ

تاریخی سلسلہ کے ضمن میں فرقہ مرجیہ کی ابتدا اور اس کے بانی اور اس کے مختلف مسائل کی نسبت کہ ارجاء کا اطلاق بحسب لغت کس کس مسئلہ پر آسکتا ہے۔ مختصراً ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ اس کی بعض صورتیں ائمہ اہل سنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہیں۔ البتہ مرجیہ خالصہ کا یہ قول کہ ایمان کے ہوتے معاصی وبدکرداریاں مضر نہیں ہیں۔ سراسر باطل اور قابل اعتراض ہے

اس موقع پر اس شبہ کا حل بھی نہایت ضروری ہے کہ بعض مصنفین نے سیدنا امام ابوحنیفہ رح کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ آپ اہل سنت کے بزرگ امام ہیں۔ اور آپ کی زندگی اعلےٰ درجہ کے تقویٰ اور تورع پہ گذری۔ جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

ارجاء اور امام ابوحنیفہ رح

بے شک بعض مصنفین نے (خدا ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ رح اور آپ کے شاگردوں امام ابویوسف امام محمد، امام زفر، اور امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ کو رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے۔ جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر لظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے۔ لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔

اول۔ یہ کہ آپ پر یہ بہتان ہے۔ آپ مخصوص فرقہ مرجیہ میں سے نہیں ہو سکتے ورنہ آپ اتنے تقویٰ وطہارت پر زندگی نہ گذارتے۔ حوالجات ذیل بلاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں۔

کما ان ابا حنیفۃ وان کان الناس | جس طرح کہ اگرچہ بہت لوگوں نے کئی مسائل میں

خالفوه في اشياء وانكروها عليه فلا يستريب احد في فقهه وفهمه وعلمه وقد نقلوا عنه اشياء يقصدون الشناعة عليه وهي كذب عليه قطعا مثل مسئلة الخنزير البرّي ونحوها (منهاج السنة جلد اول ص۲۵۹ مطبوعه مصر)

امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کی اور آپ پر ان امور کا انکار کیا۔ لیکن کوئی شخص بھی ان کی فقاہت اور فہم اور علم میں شک نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں نے آپ سے بہت سی ایسی چیزیں نقل کیں جن سے ان کا مقصد آپ پر برائی تھوپنا تھا۔ حالانکہ وہ باتیں آپ پر **قطعی طور پر جھوٹ ہیں** ۔ مثلاً خنزیر بری اور مثل اس کی دیگر مسائل

(ب) اسی طرح دوسرے موقع پر امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ امام بخاریؒ۔ امام ابوداؤدؒ۔ امام دارمیؒ وغیرہم ائمہ اہل سنت کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگرد وں امام ابویوسفؒ امام محمدؒ امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ لولوئی کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہی کر کے سب کے علم و فضل اور اجتہاد کی تعریف کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض مصنفین نے ان کو بھی جال مرجیہ میں شمار کیا ہے (منہاج السنۃ جلد اول ص ۲۳۱/۲۳۲)

(ج) نیز فرماتے ہیں۔

امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہم ائمہ سلف میں سے ہیں (منہاج السنۃ جلد دوم ص۲۳۳ نیز جلد اول ص ۲۴۰/۲۴۱)

کہاں تک گنتے جائیں۔ منہاج السنۃ ایسے حوالجات سے بھری پڑی ہے۔ اور امام ابن تیمیہؒ امام ابوحنیفہؒ کے حق میں دیگر ائمہ سنت کی طرح نہایت ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔

(۲) اسی طرح علامہ شہرستانی فرماتے ہیں۔

"اور تعجب ہے کہ غسان (مرجیوں میں سے فرقہ غسانیہ کا پیشوا) امام ابوحنیفہؒ سے بھی مثل اپنے مذہب کے نقل کیا کرتا تھا۔ اور آپ کو مرجیوں میں شمار کرتا تھا۔ اور غالباً یہ جھوٹ ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کو مرجئۃ السنۃ کہا جاتا تھا۔ اور بہت سے اصحاب مقالات نے آپ کو منجملہ مرجیہ کے شمار کیا ہے" (الملل و النحل للشہرستانی جلد اول ص۱۸۹)

تنبیہ۔ گو اس حوالہ میں مرجئہ کہا جانا مذکور ہے۔ لیکن "مرجئۃ السنۃ" کہنے میں مدافعت بھی ہے۔ کیونکہ مرجئہ خالصہ اور مرجئۃ السنۃ میں فرق ہے کہ مرجیہ خالصہ تو وہ ہیں جو بحیثیت

فرقہ کے جمیع خصوصیات مرجیہ کے قائل ہیں جن کو علامہ شہرستانی (جلد اول ص۱۸۶) ابن حزم خالصہ کہتے ہیں اور امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۳ ص۷۲ میں اور حضرت نواب صاحب بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دلیل الطالب میں انکا مذہب یہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے معصیت ضرر نہیں دیتی۔ اور یہ مذہب خلاف صحابہؓ اور ائمہ سنت ہے۔ اور مرجیۃ السنۃ سے ایسے لوگ مراد ہیں جو ہوں تو اہل سنت لیکن بحسب لغت ان مسائل کی وجہ سے جو اہل سنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہیں ان پر ارجاء کا لفظ بولا گیا ہو جیسا کہ سابقاً حضرت حسن بن محمد بن حنفیہ کے ذکر میں حافظ ابن حجرؒ کے کلام سے گذر چکا دیکھو کتاب ہذا ص۳۴/۳۵)

(۳) اسی طرح حافظ ذہبیؒ آپ کی جلالت شان کے بدل قائل ہیں چنانچہ آپ اپنی مایہ ناز کتاب میزان الاعتدال کے شروع میں فرماتے ہیں۔

"اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکام شریعت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ (میزان جلد اول ص۳ مطبوعہ لکھنؤ)

اسی طرح حافظ ذہبی اپنی دوسری کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب امام اعظم سے مزین کر کے آپ کا جامع اوصاف حسنہ ہونا ان الفاظ میں ارقام فرماتے ہیں

كَانَ إِمَامًا وَرِعًا عَالِمًا عَامِلًا مُتَعَبِّدًا كَبِيرَ الشَّانِ لَا يَقْبَلُ جَوَائِزَ السُّلْطَانِ بَلْ يَتَّجِرُ وَيَكْتَسِبُ (تذکرۃ جلد ۱۔ ص۱۵۱)

آپ دین کے پیشوا۔ صاحب ورع۔ نہایت پرہیزگار، عالم باعمل تھے (ریاضت کش) عبادت گذار تھے۔ بڑی شان والے تھے۔ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تجارت کر کے اور اپنی روزی کما کر کھاتے تھے"

سبحان اللہ، کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ سامنے لکھ دیا ہے۔ اور آپ کی زندگی کے ہر علمی اور عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور رغنائے قلبی اور حکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ نہیں رکھا۔ اسی طرح اسی کتاب میں امام یحیٰی بن معین رحؒ سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ انہوں نے

فرمایا۔ "امام ابوحنیفہ رح میں کوئی عیب نہیں اور آپ کسی برائی سے متہم نہ تھے" صلہ ۱۵ ؎۱

تنبیہ۔ شاید آپ کے دل میں ان حوالجات کے بعد بھی یہ وسوسہ گذرے کہ ہو سکتا ہے کہ امام ذہبیؒ کو امام صاحب کے مرجیہ ہونے کا علم نہ ہو۔ سو اس کا مختصر اور مسکت جواب یہ ہے کہ حافظ ذہبی رح میزان الاعتدال میں امام مسعر کے ترجمہ کے ضمن میں امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے بزرگ استاد حمادؒ بن ابی سلیمانؒ کا بالخصوص ذکر کر کے سب مذکورین سے الزام ارجاء کو اس طرح دفع کرتے ہیں۔

"مسعر بن کدام حجت ہیں۔ امام ہیں۔ اور سلیمانی کا یہ قول کہ مسعر اور حماد بن ابی سلیمان اور نعمان یعنے امام ابو حنیفہؒ اور عمرو بن مرہ اور عبد العزیز ابن ابی رواد اور ابو معاویہ عمر بن ذر اور اس قسم کے دیگر بہت سے بزرگ جن کا ذکر اس نے کیا ہے، مرجیۂ میں سے ہیں قابل اعتبار نہیں ہے" (میزان جلد دوم صکہ مطبوعہ لکھنو)

اس کے بعد حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ارجاء ؎۲ بہت سے بڑے بڑے علماء کا مذہب ہے پس مناسب نہیں کہ اس کے قائل پر حملہ کیا جائے۔ (صکلہ)

اس فہرست میں دیگر بزرگوں کے ساتھ امام ابو حنیفہ رح اور آپ کے استاد حمادؒ کا بھی ذکر ہے۔ جن کے مناسب حال یہ شعر ہے ؎

نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم جنید و شبلی و عطار شد مست

امام سعید بن جبیر تابعی رح

اسی طرح علامہ شہرستانی رح حضرت سعید بن جبیرؒ کو بھی رجال مرجیہ میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن حجاج بن یوسف مشہور ظالم نے جوان کو قتل کیا تو حافظ ذہبی رح اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں قَتَلَہُ الْحَجَّاجُ فَاتَلَهُ اللهُ حضرت سعیدؒ بن جبیر تابعی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے شاگرد ہیں جب کوفہ کے لوگ حج کو آتے اور حضرت ابن عباسؓ سے کوئی

؎۱ امام یحیی بن معین جرح میں متشددین سے تھے۔ باوجود اس کے وہ امام ابوحنیفہؒ پر کوئی جرح نہیں کرتے ۱۲ منہ ؎۲ یعنے ارجاء کی وہ صورت جو اہل سنت کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہے ۱۲ منہ جو عنقریب انشاء اللہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے نقل کی جائے گی۔ اور کچھ علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ذکر ہو چکی ۱۲ منہ

مسئلہ دریافت کرتے تو آپ جواب میں فرماتے کیا تم میں سعید بن جبیر نہیں ہے"۔ اگر حضرت سعید بن جبیرؒ واجب التعظیم بزرگ نہ ہوتے تو حافظ ذہبیؒ جیسا ناقد الرجال امام ان کے قتل پر حجاج کے حق میں یہ بددعا نہ کرتا۔لہ

حاصل کلام یہ کہ لوگوں کے لکھنے سے آپ کس کس کو ائمہ اہل سنت کی فہرست سے خارج کریں گے۔

خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجرؒ اور امام ابوحنیفہؒ

حافظ ذہبیؒ کے بعد خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجرؒ کو بھی دیکھئے۔ علوم حدیثیہ وتاریخیہ میں ان کے تبحر و فضل و کمال اور احوال رجال سے پوری آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ تہذیب التہذیب میں جو اصل میں امام ذہبیؒ کی کتاب تہذیب کی تہذیب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں آپ کی دینداری اور نیک اعتقادی، اور صلاحیت عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگان دین سے ان کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اَلنَّاسُ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ حَاسِدٌ وَّجَاہِلٌ۔ یعنے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ کچھ تو حاسد ہیں اور کچھ جاہل ہیں"۔ سبحان اللہ! کیسے اختصار سے دو حرفوں میں معاملہ صاف کر دیا ہے۔

نیز حافظ صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ قاضی احمد بن عبدہ قاضی رے نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ہم ابن عائشہ کے پاس بیٹھے تھے کہ اس نے امام ابوحنیفہؒ کی ایک حدیث بیان کر کے کہا کہ تم لوگ اگر آپ کو دیکھ پاتے تو ضرور آپ کو چاہنے لگتے۔ بس تمہاری اور ان کی مثال ویسی ہے جیسے یہ شعر کہا گیا ہے ؎

اَقِلُّوْا عَلَیْہِمْ وَیْلَکُمْ لَا اَبَا لَکُمْ ۔۔۔ مِنَ اللَّوْمِ اَوْ سُدُّوْا الْمَکَانَ الَّذِیْ سَدُّوْا

یعنے لوگو! تمہارا برا ہو۔ تمہارے باپ مر جائیں۔ ان پر ملامت کی زبان کوتاہ کرو۔ ورنہ اس مکان کو پر کرو جس کو انہوں نے پر کیا تھا"۔ یعنے ویسے بن کر دکھاؤ۔ سبحان اللہ کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔

لہ حضرت سعید بن جبیرؒ کے یہ حالات تذکرۃ الحفاظ جلد اول صـ۶۶ میں ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیرؒ ۹۵ھ میں فوت ہوئے ۱۲ منہ

حوالہ تاریخ صغیر اور سیدنا امام ابو حنیفہ رح

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ الباری) کے بعض حوالے

بعض لوگوں کے لئے سخت ٹھوکر کا باعث ہوئے ہیں۔ پس لازم ہے کہ ہم ان میں سے سب سے سخت حوالے کا ذکر کر کے اس کا جواب دیں۔ اور باقی حوالوں کو اسی کے قیاس پر چھوڑ دیں وباللہ التوفیق۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم اکثر دفعہ فرمایا کرتے تھے۔ عرب کا منہ زور شاعر متنبی کہتا ہے ؎

اِذَا اَتَتْکَ مَذَمَّتِیْ مِنْ نَاقِصٍ　　فَھِیَ الشَّھَادَۃُ لِیْ بِاَنِّیْ کَامِلٌ

"یعنے جب تیرے پاس میری مذمت کسی ناقص آدمی کے ذریعے پہنچے تو تو سمجھ لے کہ وہ اس بات کی شہادت ہے کہ میں کامل ہوں"۔

محدثین کے نزدیک روایت کے متعلق سب سے پہلے راویوں کی دیکھ بھال ہوتی ہے کہ وہ کیسے ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ امام بخاری رح نے اپنی صحیح کی طرح اپنی دیگر کتب میں صحت کا التزام نہیں کیا۔ پس دیکھنا چاہیے کہ یہ روایت امام بخاریؒ تک کیسے واسطے سے پہنچی ہے سو معلوم ہو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ صغیر میں فرماتے ہیں۔

بیان کیا ہم سے نعیم بن حماد نے اس نے کہا ہم سے بیان کیا فزاری نے اس نے کہا میں (امام) سفیانؒ کے پاس (بیٹھا) تھا کہ ان کے پاس (امام) نعمان (ابو حنیفہ رح) کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے کہا الحمد للہ۔ وہ اسلام کو گھنڈی گھنڈی کر کے توڑتا تھا اسلام میں اس سے بڑا بدبخت کوئی پیدا نہیں ہوا (معاذ اللہ) (تاریخ صغیر ص۱۷۴ مطبوعہ الہ آباد)

الجواب۔ نعیم کے متعلق نقاد ائمہ حدیث میں سخت اختلاف ہے۔ بعض کی رائیں اچھی ہیں اور بعض کی بہت سخت ہیں۔ حافظ ذہبیؒ میزان میں فرماتے ہیں۔

(۱) اَحَدُ الْاَئِمَّۃِ الْاَعْلَامِ عَلٰی لِیْنٍ فِیْ حَدِیْثِہٖ "یعنے ائمہ اعلام میں سے ایک ہے۔ باوجود اس کے روایت حدیث میں نرم ہے"۔

(۲) خَرَّجَ لَہُ الْبُخَارِیُّ مَقْرُوْنًا بِغَیْرِہٖ۔ امام بخاریؒ نے اس کی حدیث روایت کی ہے لیکن دوسرے (ثقہ راوی) کے ساتھ ملا کر۔

(۳) قال العباس بن مصعب فی تاریخہ نُعَیْمُ بْنُ حَمَّادٍ وَضَعَ کُتُبًا فِی الرَّدِّ عَلَی الْحَنَفِیَّۃِ یعنے عباس بن مصعب نے اپنی تاریخ میں کہا کہ نعیم بن حماد نے حنفیوں کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔

(۴) امام یحیی بن معین رح کہتے ہیں اَنَا اَعْرَفُ النَّاسِ (میزان) یعنے میں نعیم کے حال سے سب سے زیادہ واقف ہوں اس کے بعد امام ذہبیؒ افتراق امت کی حدیث جو نعیم کی روائیت سے ہے ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ تفترق امتی علی بضع وسبعین فرقۃ اعظمہا فتنۃ علی امتی قوم یقیسون الامور برایہم فیحلون الحرام ویحرمون الحلال (میزان ج ۲ صـ) یعنے آنحضرت صلے نے فرمایا کہ میری امت ستر سے کچھ اوپر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی میری امت پر سب سے بڑے فتنہ والا وہ فرقہ ہوگا جو امور دین) کو اپنی رائے سے قیاس کر کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائیں گے (معاذ اللہ)

بیشک نعیم کی یہ حدیث حنفیوں کے ردّ کے لئے متشددین کے ہاتھ میں سیف مصقول کا کام دیتی ہے۔ لیکن اس کے آگے ملاحظہ فرمائیں کہ نعیم کی اس روائیت کی بابت امام ذہبیؒ انہی امام یحیی بن معین کی کیا رائے نقل کرتے ہیں۔

"محمد بن علی بن حمزہ مروزیؒ[1] رح کہتے ہیں۔ میں نے حضرت یحیی بن معین رح سے اس روائیت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ لَیْسَ لَہٗ اَصْلٌ یعنے اس کا کوئی اصل نہیں ہے[2]"

اس روائیت کو نعیم کی کتب در بارہ تردید حنفیہ کے ساتھ ملا کر غور کیا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ نعیم کی مخالفت بنا بر تحقیقات نہیں۔ بلکہ بے اصل روایات کی بنا پر ہے۔

خیر یہ تو مذہب حنفی کے متعلق اس کی روش کا حال ہے۔ اب خود سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ رح کی ذات اقدس کی نسبت حافظ ذہبیؒ کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ "(ابو الفتح) ازدی نے کہا نعیم سنت کی تقویت میں حدیث بنا لیا کرتا تھا اور جھوٹی حکائیتیں بھی (امام ابو حنیفہ رح) نعمان کی عیب گوئی میں جو سب کی سب جھوٹ ہیں" (میزان جلد ۲ صـ ۵۳۶) اسی طرح حافظ ابن حجر رح نے بھی اس قول کو تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے۔ کہ

---

[1] محمد بن علی بن حمزہ مروزیؒ... انہی نعیم بن حماد کے بھی شاگرد ہیں (لسان المیزان) حافظ ابن حجر رح نے تقریب میں کہا ثِقَۃٌ صَاحِبُ حَدِیْثٍ ثقہ ہے صاحب حدیث ہے بارہویں طبقے سے ہیں ۲۸۳ھ میں فوت ہوئے ۱۲ منہ

[2] میزان الاعتدال جلد دوم صـ ۵۳۵ ۱۲ منہ

حافظ عبد العظیم منذری نے ترغیب وترہیب کے خاتمہ پر بعض ان راویوں کی فہرست لکھی ہے جن کے متعلق ائمہ حدیث کی مختلف رائیں ہیں اس فہرست میں اسی نعیم کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور امام ازدی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے کہ نعیم (مذکور) سنت کی تقویت میں اور امام ابو حنیفہ کی بدگوئی میں جھوٹی حدیثیں اور من گھڑت حکایتیں بنا لیا کرتا تھا (ترغیب وترہیب مطبوعہ دہلی برحاشیہ مشکوۃ ص۱۵۱) ۱۲ منہ

اس کے علاوہ ہم ایک نادر حوالہ کا ذکر کرتے ہیں جو اکثر علماء کی نظر سے مخفی ہے۔

حوالہ کتاب نہایۃ السول

احوال کتاب ومصنف رح

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتبخانہ ریاست رامپور میں موجود ہے یہ نسخہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مصنف نے اس کتاب کی تالیف ربیع الاول یا ربیع الآخر ۸۲۸ھ میں شروع کی اور ۱۶ ربیع الاول ۸۲۹ھ میں اس سے فراغت پائی گویا تالیف وکتابت ہر دو میں ایک سال لگا۔ کتاب ضخیم ہے فلسکیپ سائز پر باریک خط سے پانچسو ورق پر ختم ہوئی ہے۔ یعنی ایک ہزار صفحہ کی ضخامت ہے۔ مصنف کا نام ابراہیم ہے والد کا نام خلیل ہے حلب کے رہنے والے ہیں سبط ابن العجمی کے نام سے مشہور تھے ۸۴۱ھ میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ کتاب کی عبارت یوں ہے (کَانَ نُعَیمٌ) ممن یضع الاحادیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات مزورۃ فی ثلب نعمان کلھا کذب ۱۲ کتاب کا پورا نام "نہایۃ السئول فی رُوَاۃِ الستۃ الاصول" ہے جس میں مصنف علام رح نے صحاح ستہ کے راویوں کو جمع کرکے ان کے احوال ذکر کئے ہیں۔ مجھ عاجز کو اس کتاب کا مطالعہ مولٰنا محمد علی وشوکت علی صاحبان کے چچیرے بھائی حافظ احمد علی صاحب کی معرفت جو اس کتب خانہ کے سرکار رامپور کی طرف سے مہتمم تھے اور نواب حامد علی خاں صاحب بالقابہ مرحوم والئے ریاست کے معتمد خاص تھے نصیب ہوا تھا۔ مولانا عبد الحی لکھنوی نے فوائد بہیہ میں ان کے ترجمہ اور تصنیف کا ذکر تفصیل سے لکھا ہے۔ ان میں نہایۃ السئول کا بھی ذکر کیا ہے ۔۱۲ منہ

(۴) امام نسائی کہتے ہیں نعیم ضعیف۔ لیس بثقۃ۔ یعنے نعیم ضعیف ہے۔ ثقہ نہیں ہے لیس بحجۃ (اکیلا روایت کرے تو حجت نہیں ہے

(۵) ذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ربما اخطأ و وھم یعنے ابن حبان نے اس کو ثقات میں لکھا ہے اور ربا و جواس کے) کہا وہ خطا بھی کرتا تھا اور وہم بھی۔

(۶) اسی طرح امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں۔ نعیم کی بیس احادیث ہیں جن کا کوئی اصل نہیں۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روائیت کی بنا پر حضرت امام ابو حنیفہؒ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ شمس الدین ذہبیؒ جیسے ناقد الرجال امام اعظم کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ البدایہ میں آپ کی نہائیت تعریف کرتے ہیں اور آپ کے حق میں لکھتے ہیں۔ احد ائمۃ الاسلام والسادۃ الاعلام واحد ارکان العلماء، واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاھب المتبوعۃ الخ نیز امام یحیی بن معینؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ (امام ابو حنیفہ) ثقہ تھے۔ اہل الصدق سے تھے۔ کذب سے متہم نہ تھے۔ نیز عبد اللہ بن داؤد حریبی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نماز میں امام ابو حنیفہؒ کے لئے دعا کیا کریں۔ کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا (البدایہ والنہایۃ جلد دہم ص۱۰۷) ۱۲ منہ

ایمان میں کمی بیشی اور حضرت امام ابو حنیفہ رح

ایمان میں کمی بیشی کے مسئلہ کا مدار ایمان اور اعمال صالحہ کی درمیانی نسبت ہے۔ اس کے متعلق علماء اسلام میں اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح صحیح بخاری میں بسط سے لکھدی ہے۔

امام بخاریؒ اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے شروع میں فرماتے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس وھو قول و فعل ویزید وینقص	نبی صلعم کے اس فرمان کا بیان کہ اسلام پانچ چیزوں پر بنایا گیا ہے اور وہ قول اور فعل ہے" اور وہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

فالسلف قالوا ھو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالارکان	سلف امت کا قول ہے کہ ایمان اعتقاد قلبی اور شہادت زبانی اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے

اور اس کے بعد فرماتے ہیں والمرجئۃ قالوا ھو اعتقاد ونطق فقط یعنے مرجیہ کہتے ہیں

کہ ایمان صرف اعتقاد اور شہادت کا نام ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ایمان کی تعریف کے متعلق اسلامی فرقوں کے اختلافات ذکر کئے ہیں۔ تیسرے فرقے کے اقوال کے ضمن میں نمبر اول یہ فرماتے ہیں

الاول ان الایمان اقرار باللسان ومعرفة بالقلب وھو قول ابی حنیفة رح وعامة الفقھاء وبعض المتکلمین (جلد ۱ ص۱۲۱ مصری)

کہ ایمان زبان سے اقرار کرنے اور دل کی معرفت کا نام ہے اور یہ قول ہے امام ابوحنیفہ رح کا اور عام فقہاء کا اور بعض متکلمین کا

پس حضرت امام صاحب پر ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ ان کا قول مرجیوں کے موافق ہے۔

علامہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی رح الملل والنحل میں مرجیوں کے فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رح کو مرجیوں میں کیوں شمار کیا گیا؟

ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ھو التصدیق بالقلب وھو لا یزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تخریجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل ولہ سبب اخر وھو کان یخالف القدریة والمعتزلة الذین ظھروا فی الصدر الاول والمعتزلة یلقبون کل من خالفھم فی القدر مرجئا وکذلک الوعیدیة من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریقی المعتزلة والخوارج واللہ اعلم

شاید اس کا سبب یہ ہو کہ چونکہ آپ یعنے امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ ہے کہ ایمان (اصل میں) تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے تو اس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ عمل کو ایمان سے موخر کرتے ہیں اور وہ مرد (خدا) یعنے امام ابوحنیفہ رح عمل میں اس قدر پرہیز گار ہوتے ہوئے ترک عمل کا فتویٰ کس طرح دے سکتے ہیں اور اس کا سبب ایک اور بھی ہے کہ آپ قدریوں اور معتزلوں کے مخالف تھے جو صدر اول (میں) ظاہر ہوئے۔ اور معتزلہ لوگ ہر اس شخص کو جو تقدیر کے متعلق ان کا مخالف ہو مرجی کہتے تھے۔ اسی طرح خوارج میں سے وعیدیہ لوگ بھی۔ پس بعید نہیں کہ آپ کو یہ لقب ہر دو فریق معتزلہ و خوارج سے الزاماً ملا ہو واللہ اعلم

(حاشیہ بر صـ۹۹)

محاکمہ جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو۔ اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بڑی بات ہے۔ لیکن چونکہ بزرگوں سے حسن تادب کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام واعتراض کو دور کریں۔ اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں۔ بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں جس کی تفصیل مختصراً یہ ہے کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے یا نہ ہونے یعنے داخل ماہیت ایمان ہونے یا نہ ہونے کی بنا ایمان واسلام کی درمیانی نسبت کے سمجھنے پر ہے کہ ہر دو ایک ہیں یا ان میں کچھ اختلاف ہے۔ اور اس امر میں ائمہ دین میں جو اختلاف ہے وہ معلوم علماء ہے۔ جیسے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور حافظ ابن حجر رح نے اور علامہ عینی حنفی رح نے بھی شرح صحیح بخاری میں نہائیت بسط سے بیان کر دیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر فریق کے پاس قرآن وحدیث سے دلائل ہیں۔ پس کسی فریق کو بھی ملامت نہیں کر سکتے [1]

حوالہ فقہ اکبر اس کے بعد ہم خود امام صاحب ممدوح کے کلام فیض التیام سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ارجاء اور مرجیہ سے اور اعتزال اور اہل اعتزال سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ چنانچہ آپ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں[2]

ولا[1] نقول ان المؤمن لا تضرہ الذنوب	اور[1] ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کو گناہ مضر نہیں ہے
ولا[2] نقول انہ لا یدخل النار	اور نہ[2] ہم یہ کہتے ہیں کہ (بالکل) دوزخ میں نہیں جائے گا۔
ولا[3] نقول انہ یخلد فیھا	اور نہ[3] ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۶۵) [1] کتاب الملل والنحل للشہرستانی رح بہامش کتاب الفصل لابن حزم رح مطبوعہ مصر جلد اول صہ ۱۸۹ ۱۲ منہ علامہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی علم کلام کے ایک مشہور امام ہیں۔ آپ امام دارمی سے کچھ پیشتر ہوئے ہیں آپ کی وفات ۵۴۸ھ میں ہوئی اور امام رازی رح کی ۶۰۶ھ میں اور حافظ ابن حزم قرطبی سپینی ہیں۔ حافظ حدیث تھے۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں جامع ہونے کے۔ علاوہ وزیر سلطنت بھی تھے۔ آپ اتباع سنت میں بہت سخت تھے ان کی کتاب الفصل اپنے باب میں بیمثل کتاب ہے آپ نہائیت ذکی اور قوی الحافظہ تھے آپ ۴۵۶ھ میں فوت ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [1] خاکسار نابکار کہتا ہے کہ ایمان بحسب لغت تو تصدیق کو کہتے ہیں۔ جو دل کا کام ہے اور زبان[2] سے اس کی شہادت ہوتی ہے اور اعمال اسکی علامات وثمرات ہیں۔ اور خدا نے ان ہر سہ[3] پر نجات کلی کا وعدہ کیا ہے۔ پس ایمان کی شرعی ماہیت میں یہ تینوں امر داخل ہیں۔ اور اس صورت میں سب دلائل جمع ہو جاتے ہیں۔ اور امام نووی رح نے ایک گروہ علماء سے ایسا ہی نقل کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ [2] امام ابن تیمیہ رح منہاج السنۃ میں فقہ اکبر کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بنا پر اسے

[4] معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں ۱۲ منہ

وان کان فاسقا بعد ان یخرج من الدنیا مومنا ولا نقول ان حسناتنا مقبولۃ وسیاتنا مغفورۃ کقول المرجئۃ ولکن نقول من عمل حسنۃ بجمیع شرائطھا خالیۃ عن العیوب المفسدۃ ولم یبطلھا بالکفر والردۃ والاخلاق السیئۃ حتی خرج من الدنیا مومنا فان اللہ تعالی لایضیعھا۔ بل یقبلھا منہ ویثیبہ علیھا وما کان من السیئات دون الشرک والکفر ولم یتب عنھا صاحبھا حتی مات مومنا فانہ فی مشیۃ اللہ تعالی ان شاء عذبہ بالنار وان شاء عفا عنہ ولم یعذبہ بالنار اصلاً (فقہ اکبر حامل شرح ابو المنتہی مطبوعہ حیدرآباد دکن صفحہ ۲۵/۳)

اگرچہ وہ عمل ہیں) فاسق ہو۔ بشرطیکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گیا ہو اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں ضرور مقبول ہیں۔ اور ہماری برائیاں ضرور مغفور ہیں جس طرح کہ مرجئہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کوئی نیکی تمام شرائط سے ادا کرے درحالیکہ وہ نیکی عیوب مفسدہ سے خالی ہو اور اس نے اس کو کفر اور ارتداد اور بری عادتوں سے باطل نہ کر دیا ہو حتی کہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوا ہو تو اللہ تعالےٰ اس نیکی کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ قبول کرے گا اس کو اس شخص سے اور اس کو اس پر ثواب دیگا اور جو برائیاں شرک اور کفر کے سوا ہوں اور ان کے کرنے والے نے ان سے توبہ نہ کی ہو۔ حتی کہ وہ ایمان کی حالت میں مرجائے۔ تو اس کا معاملہ خدا کی مشیت پر ہے چاہے اسے دوزخ سے عذاب کرے اور پھر نکال لے، اور چاہے اسے معاف کر دے۔ اور بالکل دوزخ کا عذاب نہ دے۔"

تبصرہ اس عبارت میں حضرت امام صاحب موصوف نے معتزلوں اور خوارج کے مسائل سے بھی اختلاف کیا ہے اور مرجیوں کا نام لے کر ان سے بیزاری ظاہر کی ہے اور واضح ہے کہ جو شخص کسی فرقہ میں داخل ہو وہ اس فرقہ کا نام لے کر اس کی تردید نہیں کرتا۔ اس عبارت میں آپ نے خالص اہل سنت کے مسائل لکھے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔ اور صحابہ رضہ اور خیار تابعین ان پر کاربند تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ لکھتے وقت جزا سزا کے متعلق آیات واحادیث کا نقشہ آپ کے سامنے رکھا تھا۔ سب امور کو ملحوظ رکھ کر نہایت احتیاط واعتدال کی باتیں لکھی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعمال پر جزا سزا کے ترتب کے قائل تھے اور نجات کلی بحسب

وعدہ آلہیہ) کے لئے اعمال صالحہ کا اعتبار کرکے اعمال سیئہ کو موجب عذاب جانتے ہیں لیکن ان کی معافی اور ان پر عذاب کا فیصلہ سپرد خدا کرتے ہیں۔ سوائے کفر و شرک کے کہ ان کی معافی شرعاً سوائے اس دنیوی زندگی میں توبہ کرنے کے نہیں ہو سکتی اور یہ سب باتیں آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور اس قسم کی دیگر آیات واحادیث سے ثابت ہیں۔ عبارت مذکورہ بالا سے تھوڑا آگے آپ ایمان کی بحث میں فرماتے ہیں۔

ایمان کی بحث

والایمان ھو الاقرار والتصدیق وایمان اھل السماء والارض لایزید ولاینقص من جھۃ المؤمن بہ ویزید وینقص من جھۃ الیقین والتصدیق والمومنون مستوون فی الایمان والتوحید متفاضلون فی الاعمال۔ والاسلام ھو التسلیم والانقیاد لاوامر اللہ تعالیٰ۔ فمن طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام لکن لایکون ایمان بلا اسلام ولا یوجد اسلام بلا ایمان وھذا کالظھر مع البطن والدین اسم واقع علی الایمان والاسلام والشرائع کلھا

اور ایمان وہ اقرار (زبانی) اور تصدیق (قلبی) کا نام ہے۔ اور آسمان اور زمین والوں کا ایمان بلحاظ امور ایمانیہ کے کم و بیش نہیں ہوتا۔ اور یقین اور تصدیق کی رو سے زیادہ اور کم ہو جاتا ہے۔ اور سب مومن ایمان اور توحید میں برابر ہیں اور اعمال میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اور اسلام خدا تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور ان کا پابند رہنے کا نام ہے۔ پس لغت کی رو سے تو ایمان اور اسلام میں فرق ہے لیکن شرعاً ایمان کے بغیر اسلام نہیں ہوتا اور اسلام کا وجود بغیر ایمان کے نہیں اور وہ دونوں مثل پشت اور پیٹ کے ہیں اور دین ایک ایسا اسم ہے جس کا اطلاق ایمان اور اسلام اور احکام شرعیہ سب پر ہے۔"

(ص ۳۳ سے ص ۳۶ تک نسخہ مذکورہ بالا)

تبصرہ اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام والا مقام ایمان میں کمی بیشی کے قائل تو ہیں۔ لیکن نفس ایمان۔ اور ایمانیات اور اعمال میں بنا بر حقیقت و ماہیت فرق کرکے ایک جہت میں قائل ہیں اور دوسری میں نہیں اور یہ ایک اجتہادی باریک بینی ہے۔ جس سے تفصیلات و اعتبارات میں اختلاف ہے۔ نفس مسئلہ میں نہیں۔ اسی لئے تو وہ ایمان اور اسلام میں حسب لغت تو فرق کرتے ہیں۔ لیکن بحسب شرع کہتے ہیں کہ ایمان اسلام

کے بغیر نہیں۔ اور یہ بات حدیث جبرائیل علیہ السلام سے صاف ظاہر ہے جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایمان کے ضمن میں عقائد کو اور اسلام کی تشریح میں فرائض و شرائع کو اور اوران سب عقائد و شرائع کو لفظ دین سے تعبیر کرنا مذکور ہے (صحیح بخاری کتاب الایمان)

لطف یہ کہ حضرت امام ہمام ؒ ایمان و اسلام کے تعلق و تلازم اور دونوں میں امتیاز بحسب حقیقت کو پشت اور شکم کی مثال سے ظاہر کرتے ہیں جو نہایت ہی لطیف و موزون ہے و للہ درہ۔

جملہ شعبات ایمان شرعی میں داخل ہیں

اگرچہ یہ امر حوالہ مذکورہ سے بھی ظاہر ہے۔ لیکن ہم اس کی بابت ایک خاص حوالہ ذکر کرتے ہیں۔ جو اکثر علماء کی نظر میں نہ ہوگا۔

وقد حکی الطحاوی حکایۃ عن ابی حنیفۃ مع حماد بن زید ان حماد بن زید لما روی لہ حدیث ای الاسلام افضل الخ قال لہ الاتراہ یقول ای الاسلام افضل قال الایمان ثم جعل الھجرۃ والجھاد من الایمان فسکت ابو حنیفۃ ؒ فقال بعض اصحابہ الا تجیبہ یا ابا حنیفۃ قال بما اجیبہ وھو یحدثنی بھذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ص۲۸۱[1])

امام طحاوی حنفی ؒ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا ایک واقعہ جو امام حماد بن زید ؒ محدث کے ساتھ ہوا حکایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حماد نے امام صاحب کے پاس حدیث ای الاسلام روایت کی اور کہا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ سائل نے آنحضرت سے سوال کیا اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ تو آنحضرت نے فرمایا اَلْاِیْمَانُ پھر ہجرت اور جہاد کو بھی امور ایمان میں شمار کیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ خاموش ہو گئے آپ کے ایک شاگرد نے کہا آپ اس کو جواب کیوں نہیں دیتے تو آپ نے فرمایا وہ مجھ کو اس بارے میں رسول اللہ کی حدیث سناتا ہے میں اس کو کیا جواب دوں[1]

---

[1] کتاب شرح الطحاویہ فی العقیدۃ السلفیہ مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۲ یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں بامر سلطان ابن سعود ایدہ اللہ مکہ معظمہ میں طبع ہوئی ہے۔ یہ حوالہ اس عاجز کو حاجی عبد الغفار صاحب تاجر کوٹھی حاجی علی جان صاحب مرحوم کے افادات سے ملا۔ جبکہ میں سفر بمبئی سے دہلی واپس آیا۔ آج حاجی عبد الغفار صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ عاملہ اللہ برحمتہ الواسعۃ۔ میں عاجز ان کے لئے ہر شب ان کا نام لے کر مع بعض دیگر احباب کے مغفرت کی دعا کرتا ہوں بفضل اللہ تعالیٰ میر سیالکوٹی

امام طحاویؒ کے اس حوالہ سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حدیث رسول اللہ صلعم کی کتنی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے تھے۔ اور یہ بھی کہ آپ نے از روئے شرع اعمال کو داخل ایمان تسلیم کرلیا۔ یا آپ آگے ہی تسلیم کرتے تھے ہذا ولله الحمد

حوالہ غنیۃ الطالبین اور اس کا جواب

بعض لوگوں کو حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی ٹھوکر لگی ہے کہ آپ نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرجیوں میں شمار کیا ہے۔ سو اس کا جواب ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے شیخ الشیخ حضرت سید نواب صاحب مرحوم کے حوالے سے دیتے ہیں جو انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

آپ **دلیل الطالب** میں بطور سوال و جواب فرماتے ہیں

سوال۔ در غنیۃ الطالبین مرجیہ را در اصحاب ابی حنیفہ نعمانؒ ذکر کردہ اند وکذا غیرہ فی غیرہ وجہ آن چیست؟

جواب۔ شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی در تفہیمات الٰہیہ نوشتہ ارجاء دو گونہ است یکے ارجاء است کہ قائل را از سنت بیروں می کند۔ دیگر آنست کہ از سنت بیروں نمی کند۔ اول آن ست کہ معتقد آں باشد کہ ہر کہ اقرار بلسان و تصدیق بجنان کرد۔ ہیچ معصیت او را مضر نیست اصلاً۔ و دیگر آنکہ اعتقاد کند کہ عمل از ایمان نیست ولیکن ثواب و عقاب بر آں مترتب ست و سبب فرق میان ہر دو اہلسنت کہ صحابہ و تابعین اجماع کردہ اند بر عطیہ مرجیۂ وگفتہ اند کہ بر عمل ثواب و عقاب

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا ہے کہ ارجاء دو قسم پر ہے۔ ایک ارجاء ایسا ہے کہ قائل کو سنت سے نکال دیتا ہے دوسرا وہ ہے جو سنت سے نکالتا نہیں اول یہ ہے کہ کوئی اس بات کا معتقد ہو۔ کہ جس شخص نے زبان سے اقرار کرلیا اور دل سے تصدیق کرلی اس کو کوئی معصیت بالکل ضرر نہیں دے گی۔ اور دوم یہ کہ اعتقاد کرے کہ عمل ایمان کی جز نہیں ہے لیکن ثواب و عقاب ان پر مترتب ہوتے ہیں اور دونوں قسموں میں فرق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ مرجیہ

مترتب می شود۔ پس مخالف ایشان ضال و مبتدع است و در **مسئلہ ثانیہ** اجماع سلف ظاہر نشدہ بلکہ دلائل متعارض ست بعض آیات واحادیث واثر دلالت می کنند برآں کہ ایمان غیر عمل ست وبسیارے از دلیل دال ست برآں کہ اطلاق ایمان بر مجموع قول وفعل ست وایں نزاع راجع می شود بسوئے لفظ۔ بجہت اتفاق ہمہ براں کہ عاصی از ایمان خارج نمی شود اگرچہ مستحق عذاب ست وصرف دلائل دالہ برآں کہ ایمان عبارت از مجموع ایں چیزہا است از ظواہرش بادنیٰ عنایت ممکن ست انتہی

کے خطاء پر ہونے پر اور ان (صحابہ اور تابعین) کا قول ہے کہ عمل پر ثواب اور عقاب مترتب ہوتا ہے پس ان (صحابہ اور تابعین) کا مخالف گمراہ اور بدعتی ہے اور دوسرے مسئلہ میں سلف کا اجماع ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ دلائل متعارض ہیں۔ بعض آیات واحادیث اور آثار (صحابہ) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان غیر عمل ہے اور اکثر دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول اور عمل پر ہے اور یہ نزاع (محض) لفظ کی طرف رجوع کرتی ہے یعنی لفظی ہے بوجہ اس کے کہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عاصی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اگرچہ مستحق عذاب ہے۔ اور ان دلائل کو پھیرنا جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان ان سب چیزوں (عقائد واعمال) کا نام ہے ادنیٰ توجہ سے ممکن ہے۔

حضرت شاہ صاحب رح کے اس حوالہ کے بعد حضرت نواب صاحب مرحوم ومغفور اپنی طرف سے اس پر تبصرہ کر کے کہتے ہیں :- **وازینجا معلوم شد کہ مراد حضرت شیخ** جیلانی رح از مرجیہ بودن اصحاب ابی حنیفہ رح ثانی شق ست ولا غبار علیہ اگرچہ ارجح از روئے نظر در دلائل ہماں مذہب **اہلحدیث** ست کہ ایمان عبارت ست از مجموع اقرار وتصدیق وعمل وبہ قال القاضی ثناء اللہ فی مالابد منہ فاندفع الاشکال و صفی مطلع الھلال وباللہ التوفیق صہ ۱۶۵/۱۶۶

حضرت شیخ جیلانی رح کی مراد شق ثانی ہے۔ اور اس پر کوئی غبار نہیں۔ اگرچہ دلائل پر نظر رکھنے سے اہل حدیث کا مذہب ہی راجح ہے کہ ایمان مجموعہ اقرار اور تصدیق اور عمل کا نام ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب رح حنفی نے بھی مالابد منہ میں یہی کہا ہے۔ پس مشکل دور ہو گئی اور ہلال کا مطلع صاف ہو گیا۔ اور توفیق خدا سے ہے (ص ۱۶۵/۱۶۶)

فیض ربانی

ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں۔ لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبداللہ عبید اللہ غلام حسن صاحب مرحوم

سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیرآبادی کی صحبت وتلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے۔ اس لئے بعض اوقات خدا تعالے اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرہ بیمقدار پر نازل کر دیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کے لئے کتب متعلقہ المارسی سے نکالیں۔ اور حضرت امام صاحبؒ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا۔ یکایک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظُلُمٰتٌ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ کا نظارہ ہوگیا۔ معاً خدا تعالے نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام صاحبؒ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو۔ میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کئے۔ وہ اندھیرے فوراً کافور ہوگئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالے منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلعم سے خطاب کر کے فرماتا ہے اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ ہٰذا واللّٰہ ولی الہدایۃ۔

خاتمۃ الکلام۔ اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصاً ائمہ متبوعینؒ سے حسن ظن رکھیں۔ اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجب خسران نقصان ہے۔ نسئل اللّٰہ الکریم حسن الظن والتادب مع الصالحین ونعوذ باللّٰہ العظیم من سوء الظن بھم والوقیعۃ فیھم فانہ عرق الرفض والخروج وعلامۃ المارقین ونعم ما قیل ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب | بے ادب محروم شد از لطف رب

خاک پائے علماء متقدمین ومتاخرین حافظ محمدؐ ابراہیم میر سیالکوٹی

(حاشیہ صفحہ ہذا بر صفحہ ۳۰۷ ملاحظہ فرمائیں)

فرقۂ معتزلہ

معتزلوں نے اپنے لئے "اہل العدل والتوحید" نام تجویز کیا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ پر واجب ہے کہ مطیع کو ثواب دے اور عاصی کو اگر وہ بغیر توبہ کے مرگیا ہو عذاب کرے۔ ورنہ اس کا "عدل" قائم نہیں رہے گا۔ نیز اس لئے کہ ان کے نزدیک بھی جہمیہ کی طرح "صفات باری کا مفہوم" "مفہوم ذات" پر کوئی زائد امر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی صفات "عین" اس کی ذات ہیں۔ ورنہ تعدد قدما لازم آئیگا اور "توحید" قائم نہیں رہے گی۔ (اعاذنا اللہ منہ)

حل اشکال

گو ظاہر میں یہ بڑی باریک بینی ہے۔ لیکن حقیقت میں انہوں نے اس میں نمایاں ٹھوکر کھائی ہے۔ کیونکہ جب کہا گیا کہ فلاں امر ذات برحق پر واجب ہے۔ تو کوئی اس کا "واجب کرنے والا" بھی چاہئے۔ پس اگر "واجب کرنے والا" کوئی غیر ہے تو یہ بالبداہت باطل ہے کیونکہ خدا پر کوئی حاکم نہیں اور اگر خود خدا تعالےٰ واجب کرنے والا ہے تو اس کی صورت یہی ہے۔ کہ بعض امور میں اس نے وعدہ کیا ہے کہ میں ایسا ایسا کروں گا۔ اور وعدہ کرنا یا نہ کرنا خدا کے اختیار میں تھا۔ کسی کے اجبار و ایجاب سے وعدہ نہیں کیا۔ پس اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس نے کوئی امر خود اپنے اختیار سے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ جزا و سزا بھی اسی باب سے ہیں ورنہ بندوں کی طرف سے یا نفس اعمال کی وجہ سے ایجاب کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ہماری ساری

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۷۲)

لہ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں میں کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا۔ اختلاف مذاق و مشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا کہ تم اہلحدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں ۱۲ منہ علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں حضرت امام صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں اماما وسیدنا ابو حنیفۃ النعمان افاض اللہ علیہ سنا بیب العفو والغفران (ص۳) نیز فرماتے ہیں ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیہ کریمہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ زینت بخش مراتب ان کے لئے ہے" (ص۵) ۱۲ منہ

امام کمال الدین ابن ہمام قریبا سنہ ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۸۶۱ھ میں فوت ہوئے رحمہ اللہ۔

(۱۴) علامہ شامی جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ شرح در مختار میں فرماتے ہیں۔

قد علمت ان هذا لم ينقل الا الشافعی وعزاه الی جمهور اهل الحديث (جلد اول ص۴۰۶)

تم جانتے ہو کہ اس کے قائل صرف امام شافعی ہیں۔ اور اس کو جمہور اہلحدیث کی طرف نسبت کیا ہے۔

(۱۵) جس طرح علامہ تفتازانی کی عبارت میں اوپر گذر چکا ہے کہ وہ اہلحدیث کو شوافع سے الگ کر کے لکھتے ہیں۔ اسی طرح علامہ شامی بھی ایک دوسرے موقع پر اہلحدیث کو احناف وغیرہم فقہاء سے الگ رکھتے ہیں۔ چنانچہ فتح القدیر سے خوارج کی نسبت نقل کرتے ہیں۔

وحکم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثین حکم البغاة وذهب بعض المحدثین الی کفرهم وقال ابن المنذر ولا اعلم احدا وافق اهل الحدیث علی تکفیرهم (رد المحتار جلد سوم ص۴۲۷)

خارجیوں کا حکم جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک باغیوں کا سا ہے۔ اور بعض محدثین ان کو کافر کہتے ہیں۔ ابن المنذر کہتے ہیں۔ میرے علم میں کوئی شخص خوارج کی تکفیر میں اہلحدیث سے موافق نہیں ہے۔

اس سے ہمارا مطلب ایسا عیاں ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ شیخ ابن ہمام رح مصنف فتح القدیر کا ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ وہ سنہ ۶۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ اس حوالہ میں یہ بھی لطف ہے کہ اہلحدیث کو اس گروہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو دوسرے فرقوں پر ان کے خلاف سنت عمل و اعتقاد کی بنا پر حکم و فتوی لگانے والے ہیں۔ نہ ان میں سے جن پر فتوی لگایا گیا۔ جیسا کہ آج کل اس کے برخلاف ہو رہا ہے۔ اور رد المحتار کے مصنف علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی تو زمانہ حال کے قریب ہی ہوئے ہیں۔

(۱۶) اسی طرح صاحب کشف الظنون حنفی نے علم اصول پر بحث کرتے ہوئے امام علاؤ الدین محمد بن احمد سمرقندی کا قول ان کی کتاب میزان الاصول سے نقل کیا ہے

واکثر التصانیف فی اصول الفقہ لاھل الاعتزال المخالفین لنا فی الاصول ولاھل الحدیث المخالفین لنا فی الفروع دباب الالف صہ ۱۱۲

یعنے اصول فقہ میں اکثر تصانیف معتزلوں کی ہیں جو اصول (عقائد) میں ہم سے مخالف ہیں اور اہل حدیث کی تصانیف بھی ہیں جو ہم سے فروع میں مخالف ہیں۔

اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حنفیوں اور اہلحدیث میں اختلاف صرف فروع میں ہے۔ عقائد میں نہیں ہے۔ پس حنفیوں کو اہلحدیث سے عناد و بغض نہیں رکھنا چاہیئے۔ امام علاؤ الدین حنفیوں میں بڑے پائے کے بزرگ ہوئے ہیں۔ خصوصاً علم اصول میں بہت ماہر تھے۔ افسوس ہمیں ان کا زمانہ حیات و وفات نہیں ملا۔ ہاں صاحب کشف الظنون ۱۰۶۷ھ میں فوت ہوئے ہیں (فوائد بہیہ صہ ۱۳)

ان حوالجات کے علاوہ کثرت سے اور بھی حوالے ہیں جن کے ذکر سے طوالت کا اندیشہ ہے ان سے صاف ظاہر ہے کہ گروہ اہلحدیث دکثر اللہ سوادہم) شروع سے علامہ شامی کے وقت تک برابر ہر صدی میں دنیا کے مختلف حصوں میں موجود رہا ہے اور علامہ شامی اسی کتاب میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ لیکن وہ گروہ اہلحدیث کو اس کا پیرو قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ یہ امر آئندہ فصل سے بخوبی ظاہر ہو جائیگا۔ انشاء اللہ۔ پس اہلحدیث کو ایک نیا فرقہ اور قریباً ایک صدی یا دو صدی کی عمر والا کہنا تاریخی حالات کے رو سے بھی ویسا ہی غلط ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کے دلائل کی رو سے تم والحمد للہ الملہم۔

فصل دوم

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور فرقہ اہلحدیث

جب ہم نے تاریخی شہادتوں سے ثابت کردیا کہ فرقہ اہلحدیث ایک قدیم گروہ ہے۔ جو ابتدائے اسلام سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔ تو یہی بات اس الزام کے دور کرنے کیلئے کافی ہے۔ کہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کے متبع نہیں ہیں۔ کیونکہ شیخ موصوف کی پیدائش ۱۱۱۵ھ میں اور وفات ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔ لیکن ہم اس فصل میں اس مذہبی مسئلہ کے ذکر سے اس الزام کو دور کرنا چاہتے ہیں جس کے رو سے ہم دیگر مقلدین حنفیہ شافعیہ وغیرہم سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یعنے مسئلہ تقلید شخصی۔ اور اسی ضمن میں ان الزامات کا جواب بھی دیں گے جو بعض شخصوں نے غلطی سے یا عناد سے شیخ ممدوح پر لگائے ہیں وہ محض اس وجہ سے کہ مسلمان کی نصرت جہاں تک ممکن واجب ہے۔ جب شیخ موصوف ان الزامات سے بری ہیں تو ان کو الزام لگاتے وقت اس آیت خداوندی کو خیال میں رکھ لینا چاہیئے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (احزاب پ ۲۲)

اور جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے قصور کیا ہو۔ (ناحق کی تہمت لگاکر) ایذا دیتے ہیں۔ تو وہ (جھوٹ) طوفان اور صریح گناہ کا بوجھ (اپنی گردن پر) اٹھا لیتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب حنبلی مذہب کے مقلد تھے۔ چنانچہ یہ بات انکے

اپنے خطبے سے ظاہر ہے۔ جو انہوں نے حرم محترم میں ہر چہار مذہب کے نامی علماء کے سامنے بیان کیا کہ۔

ان مذہبنا فی اصول الدین مذہب اهل السنة والجماعة ونحن ایضا فی الفروع علی مذهب الامام احمد بن حنبل ولا ننکر من قلد احدا من الائمة الاربعة (اتحاف ص۴۲۱)

بے شک ہمارا مذہب اصول میں تو اہلسنت وجماعت ہے۔ نیز ہم فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں اور جو شخص ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مقلد ہو ہم اسے برا نہیں جانتے

شیخ محمد بن عبد الوہاب کا حنبلی المذہب ہونا خود علامہ شامی کو بھی مسلّم ہے چنانچہ آپ باب البغاۃ میں فرماتے ہیں۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالی شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائة والف (قوله کما حققه فی الفتح) حیث قال وحکم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثین حکم البغاة وذهب بعض المحدثین الی کفرهم قال ابن المنذر ولا اعلم احدا

جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوہاب کے پیروؤں میں ہے جو نجد سے ظاہر ہوئے ہیں، اور انہوں نے حرمین پر بزور غلبہ حاصل کیا ہے اور اپنے آپ کو مذہب حنبلی کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ لیکن وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں۔ اور جو ہمارے اعتقاد کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اہلسنت اور انکے علماء کا قتل جائز جانا ہے۔ حتی کہ خدا تعالے نے ان کی شوکت توڑ ڈالی اور ان کے شہروں کو برباد کر دیا اور مسلمانوں کے لشکروں کو سنہ ۱۲۳۳ھ میں ظفر یاب کیا۔ (قولہ مصنف کا کما حققہ فی الفتح) جہاں اس نے کہا ہے کہ جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک خوارج کا حکم باغیوں کا حکم ہے اور بعض منکرین ان کے کفر کے بھی قائل ہوئے ہیں ابن منذر کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ